صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

سیکھوانی برادران

(حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی، حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی وحضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی)

تصنیف

منیرالدین شمس

''سیکھوانی برادران''

(حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی، حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی وحضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی)

وہ خاندان بہت ہی خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں اجتماعی طور پر کسی سچائی کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہو۔اس طرح ایک تو وہ آپس کی محبتوں کو قائم رکھتے ہیں اور دوسرے مل کر اس سچائی کے اظہار کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔سیکھوانی بھائی بھی ایسے ہی ایک خاندان کی لڑیوں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا۔آپ کے پیغام کو تکریم دی اور باہم مل کر اس راہ میں پوری تندھی اور محنت کے ساتھ خدمات پیش کر دیں۔اللہ تعالیٰ ان پاک بزرگوں کو اپنی رحمت کے سایوں میں رکھے اور ان کی پاک نسلوں کو اپنے آباء واجداد کی ہی طرح دین کا سچا خادم بنائے۔

والسلام

خاکسار

پیش لفظ

عزیز ساتھیو! اللہ تعالیٰ کے پیارے ایک ایسے جوہر کی طرح ہوتے ہیں جو تہہ در تہہ پردوں میں رہنا پسند کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا پر ظاہر فرمادے۔ انتہائی سعادت مند ہوتے ہیں وہ لوگ جو ابتداء سے ہی انبیاء کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ سیکھوانی برادران انہیں گنے چنے چند خوش نصیبوں میں سے تھے جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بہت ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے حضرت اقدسؑ سے بے پایاں اخلاص کا ثبوت ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں بارہا نظر آتا ہے۔ پھر حضورؑ کے وصال کے بعد خلافت احمدیہ سے محبت اور اخلاص اور فدائیت ہی ان کا طرہ امتیاز رہا۔ خود بھی بے مثال خدمت کی توفیق پائی اور ہم سب کیلئے بھی قابل تقلید نمونہ چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب سے راضی ہو۔

اس مختصر سی کتاب میں سیکھوانی برادران کا مختصر تعارف کروانے کے لئے مجھے ارشاد ہوا ہے۔ میری مراد حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی، حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی اور حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی سے ہے۔

اس خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ نہ صرف یہ کہ تینوں بھائی اور انکی ہمشیرہ حضرت امیر بی بی صاحبہ عرف مائی کاکو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ کی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی بلکہ ان کی والدہ حضرت شرف بی بی صاحبہ اور والد حضرت میاں محمد صدیق صاحب بھی حضور علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہو چکے تھے۔

رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ان تین سو تیرہ (رفقاء) کی جو فہرست حضورؑ نے درج فرمائی ہے اس میں چند ایسے خوش قسمت افراد بھی ہیں جنہیں مع اہل بیت حضورؑ نے اس فہرست میں شامل فرمایا ہے۔ ان میں حضرت میاں جمال الدین، حضرت میاں خیرالدین اور حضرت میاں امام الدین بھی شامل ہیں۔ وایں سعادت بزور بازو نیست۔

سیکھوانی برادران

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے دادا حضرت میاں امام الدین صاحب (والد محترم خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس) اوران کے بھائیوں کا ذکر خیر اپنی مختلف تصنیفات میں فرمایا ہے اور انہیں سیکھوانی برادران کے طور پر بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس کشمیری خاندان کے بزرگ دوسو سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل 1800ء میں کشمیر

کے جس گاؤں سے ہجرت کر کے قادیان کے قرب وجوار میں آ کر آباد ہوئے تھے اس گاؤں کا نام باٹجہ حالَن ہے۔ یہ گاؤں محل وقوع کے لحاظ سے دامن کوہ میں واقع ہے۔اس جگہ ایک بلند وبالا پہاڑ ہے جسکا نام مَہ بال ہے۔

اس خاندان کے افراد غالبًا ڈوگرہ راج میں جب کشمیر میں قحط سالی ہوئی تو وہاں سے ہجرت کر کے (ہند) پنجاب میں آباد ہو گئے۔ابتداء میں کچھ عرصہ قیام راجہ سانہسی ضلع امرتسر میں رہا اور پھر تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں سیکھواں میں (جو قادیان سے مغرب کی جانب چار میل کے فاصلہ پر ہے) آ کر آباد ہو گئے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ احمدیت جموں وکشمیر۔از محمد اسد اللہ قریشی صفحہ 38 تا 42)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے سیکھواں گاؤں میں ایک مخلص اور باوفا جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ان میں سیکھوانی برادران اوران کے اعزا وا قارب کو ایک خاص مقام حاصل ہے ۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''سیکھواں ایک گاؤں کا نام ہے جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے ۔اس جگہ کے تین بھائی میاں جمال الدین۔میاں امام الدین اور میاں خیرالدین صاحبان حضرت صاحب کے قدیم اور مخلص (رفقاء) میں سے ہیں....''

(سیرت المہدی روایت نمبر 517)

سیکھوانی برادران ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور گئے ہوئے تھے کہ وہاں انہیں خبر ملی کہ انکے والد میاں محمد صدیق صاحب بیمار ہیں۔چنانچہ یہ تینوں بھائی حضور علیہ السلام سے اجازت لے کر سیکھواں پہنچے لیکن وہاں پہنچنے سے قبل ہی انکے والد صاحب فوت ہو چکے تھے۔اس وقت ابھی بہشتی مقبرہ کا قیام نہیں ہوا تھا اسلئے تدفین سیکھواں ہی میں ہوئی۔

حضرت میاں خیرالدین صاحب فرماتے ہیں کہ ''جب میں قادیان پہنچا تو حضورؑ نے فرمایا ہم نے تمہارے والد صاحب کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔اس وقت حضورؑ (بیت) مبارک میں تشریف فرما تھے۔''

(رجسٹر روایات جلد نمبر 13)

قادیان میں آنا جانا

اس خاندان کے افراد کا قادیان میں آنا جانا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے سے تھے۔حضرت میاں امام الدین صاحب اس بارہ میں فرماتے ہیں :

''میری آمد ورفت قادیان میں کیوں ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ (قادیان میں) میرے نانکے (ننھیال) تھے۔اس واسطے میری آمد ورفت زمانہ لڑکپن سے شروع تھی۔اس وقت میری عمر قریباً شاید باراں یا تیراں سال کی ہوگی۔اس وقت قادیان کی حالت نہایت بے رونق بستی تھی اور بازار خراب ہوتے تھے اور کثرت سے قمار بازی ہوتی تھی۔گویا ہر ایک کا ایک پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ہنسی ٹھٹھا سے بات چیت ہوتی تھی۔کوئی بھی خدا کو یاد نہیں کرتا تھا۔مگر ایک میاں جان محمد مرحوم (بیت) اقصیٰ کے امام تھے۔.... وہ حضرت صاحب کے پاس آتے جاتے تھے۔وہ میرے ماموں تھے۔(حضرت میاں جان محمد صاحب مرحوم یکے از (رفقاء) تین صد تیرہ۔مرتب) کچھ ان سے حضرت صاحب کی باتیں سنیں۔کچھ عام طور پر لوگوں سے سنیں کہ مرزا صاحب اندر ہی اندر رہتے ہیں۔اس سبب سے میں نے حضرت صاحب کے مکان پر آنا جانا شروع کیا۔بے شک آپ ایک کوٹھڑی میں رہتے تھے جو بیت الفکر کے نام پر کتابوں میں درج ہے۔

جب کبھی میں جاتا تو آپ ٹہلتے نظر آتے اور کچھ لکھتے رہتے تھے۔اس وقت کچھ صحن ہوتا تھا۔وہاں ہی ٹہلتے پھرتے اور میں جب کبھی جاتا تو خاموش بیٹھ جاتا۔آپ کے چہرہ کی

طرف دیکھتا رہتا۔ نہایت روشن ہوتا تھا۔ گویا خاص طور پر نور الٰہی چمکتا تھا۔ وہ زمانہ آپ کا براہین (احمدیہ) لکھنے کا تھا۔ پھر آپ کے کچھ اشتہار نکلنے شروع ہوئے۔ مگر میں اس وقت پڑھا ہوا نہیں تھا۔ کچھ باتیں حضرت صاحب کی اپنے بڑے بھائی جمال الدین مرحوم سے سنا کرتا تھا۔ آج فلاں مختلف مذہب یعنی عیسائی وغیرہ کے اشتہار کا جواب دیا ہے۔ یہ مجھ سے عمر میں بڑا تھا اس واسطے اس کی آمد و رفت مجھ سے پہلے تھی۔ یہ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ میں جب اپنے گاؤں سے آتا تو نماز (بیت) اقصیٰ میں پڑھا کرتا تھا۔ وہاں حضرت صاحب بھی گاہے گاہے آکر نماز پڑھا کرتے تھے اور ٹہلتے بھی رہتے تھے اور میاں جان محمد مرحوم امام ہوتے تھے اور گاہے گاہے آپ بھی نماز پڑھا دیتے تھے اور چند کس نمازی ہوتے تھے۔ عام طور پر نمازی نہیں ہوتے تھے اس وقت یہ حالت تھی۔ جب آپ کی بہت شہرت ہوگئی تو آپ کے بہت مضامین مخالف مذاہب کی تردید کے نکلتے رہتے تھے۔ پھر جب میں کبھی آتا تو حضورؑ کے پاس جاتا کیونکہ آپ کی محبت کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پھر آپ نے ایک اشتہار چندہ کے متعلق شائع کیا اور میں اور بھائی خیرالدین صاحب نے 4/ آنہ ماہوار مقرر کر کے چندہ پیش کیا تو حضورؑ نے فرمایا۔ یہ کام بڑا ہے دیکھو تم غریب ہو۔ ہم نے کہا حضورؑ انشاء اللہ بڑی خوشی سے ادا کریں گے۔ تو پھر حضورؑ نے منظور فرمایا۔ بفضل خدا آج تک عمل ہوتا رہا ہے۔

ہم تین بھائی ہیں بڑے کا نام جمال الدین اور میرا نام امام الدین سیکھوانی اور مجھ سے چھوٹے کا نام خیرالدین ہے۔ اور جب ہم قادیان میں آتے کھانا اپنے رشتہ داروں کے گھر سے کھاتے اور پھر اس مجلس میں بہت وقت گذر جاتا کیونکہ حضرت صاحب ان ایام میں جب (بیت) مبارک میں (نداء) ہوتی تو آجاتے تھے۔ پھر بہت گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ تو پھر ایک دن حضرت صاحب نے مجھ کو کہا تم آج سے ہمارے مہمان ہو۔ یہاں سے کھانا

کھایا کرو۔ پھر بموجب حکم حضورؑ کے کھانا شروع کر دیا۔ آج تک خدا کے فضل سے حضورؑ کے گھر کے مہمان رہے ہیں۔ ابتداء میں گھر سے کھانا تیار ہو کر آتا تھا۔ لنگر خانہ موجود نہیں تھا۔ یہ بعد ہوا ہے۔ حضرت صاحب خود بھی مہمانوں میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ جو گول کمرہ ہے اس میں کھانا کھلایا جاتا تھا۔ (بیت) مبارک کی چھت پر کچھ زمانہ سب مہمانوں میں آپ بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے ہیں۔ شام کی نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ پھر گفتگو ہوتی رہتی اور عشاء کی نماز پڑھ کر تشریف لے جاتے اور کھانا حضور جو کھاتے بہت تھوڑا سا ٹکڑا منہ میں ڈالتے اور بہت آہستہ آہستہ کھاتے اور کچھ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دسترخوان پر گراتے اور چھوٹا سا ٹکڑا منہ میں ڈالتے۔ بالکل تھوڑا کھانا کھاتے تھے۔

(رجسٹر روایات نمبر 7 صفحہ 422-420)

بیعت

سیکھوانی برادران نے ایک ہی روز 23/نومبر 1889ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر اجتماعی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا دوست محمد شاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ''دائمی مرکز احمدیت قادیان دارالامان کے ماحول میں واقع گاؤں سیکھواں اور سیکھوانی برادران یعنی حضرت مولوی جمال الدین صاحب، حضرت میاں امام الدین صاحب اور حضرت میاں خیرالدین صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ تینوں متدین بزرگوں کو دعویٰ ماموریت سے بھی قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذاتی روابط اور دلی عقیدت کا شرف حاصل تھا۔ تینوں نے ایک ہی دن 23/نومبر 1889ء کو اجتماعی بیعت کی اور تینوں کا نام بنفس نفیس حضرت اقدسؑ نے 313 رفقاء کی فہرست ضمیمہ انجام آتھم میں اپنے قلم سے درج فرمایا۔''

حضرت میاں امام الدین صاحب بیعت کرنے کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جس وقت حضورؑ نے بیعت کا اشتہار دیا تو لدھیانہ میں حضورؑ نے بیعت لینی شروع کی۔ جب حضرت اقدس علیہ السلام لدھیانہ سے قادیان تشریف لائے ہم تینوں بھائی حضورؑ کے پاس آئے۔ عرض کی کہ حضورؑ ہم کو بھی بیعت میں داخل کرلیں تو حضورؑ نے منظور فرما کر ہاتھ مبارک نکال کر ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت لی۔ پھر حضورؑ ایک رجسٹر لائے جس پر پہلی بیعت مولوی نورالدین صاحب کی تھی باقی اور دوستوں کے نام تھے۔ قریباً ڈیڑھ صد نمبر کی تعداد تھی جو ہم نے تینوں بھائیوں نے اپنے ہاتھ سے نام لکھے تھے۔''

(رجسٹر روایات نمبر 5 صفحہ 58)

عظیم الشان سعادت

سیکھوانی برادران کو یہ عظیم الشان سعادت حاصل ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی کتب، اشتہارات اور ملفوظات میں مختلف مقامات پر ان تینوں بھائیوں کا ذکر خیر فرمایا ہے اور بعض جگہوں پر انکے والدمحترم کا بھی ان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ 1891ء میں قادیان میں منعقد ہوا جس میں 75 احباب نے شرکت فرمائی۔ حضورعلیہ السلام نے اپنی تصنیف ''آسمانی فیصلہ'' میں ان احباب کرام کی فہرست بھی درج فرمائی ہے۔ اس فہرست میں تینوں سیکھوانی برادران کے نام بھی شامل ہیں اوران کے ساتھ ان کے ماموں حضرت میاں جان محمد صاحب کا نام بھی شامل ہے۔

قابل اعتماد

سلسلہ کے کارکنان کے بارہ میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ ان کے سپرد کوئی کام

کیا جائے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں: دیانت، محنت، علم۔ جب تک کہ یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا.... غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔

فرمایا: کارکن آدمی ہر جگہ جماعت کے اندر مل سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ذاتی اخراجات کے واسطے جو کچھ دیا جاوے وہ بھی ناگوار نہیں گزرتا خواہ وہ معمولی واعظ کی تنخواہ سے زیادہ ہو کیونکہ کارکن کو جو کچھ دیا جائے وہ ٹھکانے پر لگتا ہے۔ اس میں کوئی اسراف نہیں۔''

سیکھوانی برادران میاں جمال الدین، میاں امام الدین، میاں خیرالدین صاحبان کا ایک دوست نے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: بے شک وہ بہت موزوں ہیں۔ مخلص آدمی ہیں۔ ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔ تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم مطبوعہ ہندوستان ایڈیشن 2003ء صفحہ نمبر 269)

امام وقت کی آواز پر لبیک

ہمیشہ برکت اس میں ہوتی ہے کہ امام وقت کی آوز پر لبیّک کہتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو اسکی ہر تحریک میں حصّہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی جانوں اور اموال کو پیش کرتے ہیں تو اسکے بدلہ میں وہ انہیں جنّت عطا فرمائیگا۔ الفاظ یوں ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اوران کے مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

(سورۃ التوبہ۔ آیت نمبر 111)

آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے اس بارہ میں بہت عمدہ نمونے پیش فرمائے اور آنحضور ﷺ کے غلام صادق کے رفقاء نے بھی اس سلسلہ میں کوئی کمی نہیں رہنے دی۔سیکھوانی برادران کوئی امیر نہ تھے لیکن دل کے ضرور امیر تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والوں میں شامل ہوں۔دوسری طرف حضور علیہ السلام نے بھی ان کے جذبۂ قربانی کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے اپنی تحریرات میں مختلف جگہوں پر ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ان کے لئے دعاؤں کی تحریک فرمادی ہے۔ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کرتا ہوں۔

ضمیمہ انجام آتھم میں حضور علیہ السلام نے اپنے پر ہونیوالے خداتعالیٰ کے فضلوں اور انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''خدانے ایسے مخلص اور جان فشاں ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دئے کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں..... میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیرالدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں، سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 312-313)

تعمیر منارۃ المسیح میں حصّہ

جب منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی تو اسکے بعد کچھ کام ہونے کے بعد تعمیر رُک گئی تھی۔حضور علیہ السلام نے چندہ کی تحریک فرمائی کہ سو آدمی ایک ایک سو روپیہ دیں اور ان کے نام دعا کی خاطر منارہ پر لکھے بھی جائیں گے۔میرے دادا میاں امام الدین صاحب

سیکھوانی لکھتے ہیں کہ ''ہم نے حضورؑ کے پاس عرض کی کہ ہم تینوں بھائی مع والد یک صد روپیہ مل کر ادا کر سکتے ہیں اگر حضور منظور فرماویں۔تو حضور نے منظور فرمایا۔وہ روپیہ ادا کر دیا گیا تھا۔''

(رجسٹر روایات نمبر 7 صفحہ 426-427)

اس طرح اس سیکھوانی خاندان کو منارۃ المسیح قادیان کی تعمیر کے سلسلہ میں تاریخی سعادت حاصل ہوئی۔چنانچہ منارۃ المسیح پر یہ نام یوں درج ہیں:

نمبر شمار: 64 میاں محمد صدیق سیکھواں

نمبر شمار: 65 میاں امام الدین سیکھواں

نمبر شمار: 66 میاں جمال الدین سیکھواں

نمبر شمار: 67 میاں خیرالدین سیکھواں

قابل رشک نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اپنے خدّام کی مخلصانہ مالی قربانیوں اور خدمات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

''میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپورہ اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیرالدین نے پچاس روپیہ دئے ہیں۔ان چاروں صاحبوں (چوتھے حضرت منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور کا ذکر ابتداء میں فرمایا۔یہ سیکھوانی برادران کے بہت قریبی دوست تھے۔ناقل) کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔''

(جلسۃ الوداع۔ضمیمہ اشتہار ''الانصار'' 4/اکتوبر 1899ء۔بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 167)

حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی

ابتدائی تعارف وبیعت

رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق آپ کے کوائف حسب ذیل ہیں:۔

نمبر شمار: 149

تاریخ عیسوی: 23 نومبر 1889ء بروز جمعہ

نام مع ولدیت: میاں جمال الدین ولد محمد صدیق قوم وائیں عرف کشمیری موضع سیکھواں ضلع وتحصیل گورداسپور بقلم خود۔

(رجسٹر بیعت اولیٰ، اندراج نمبر 149، موجود خلافت لائبریری ربوہ)

یکے از اصحاب تین صد تیرہ

آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت اقدسؑ نے آپ کو اپنے 313 (رفقاء) کی فہرست میں شامل فرمایا۔

حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی فہرست ضمیمہ انجام آتھم کے بارہ میں بیان کرتے ہیں:

جب بموجب حدیث تین صد تیرہ (رفقاء) کی فہرست تیار کرنے کا ارادہ فرمایا تو بہت سے مخلصین نے اپنے اور اپنی اولاد کے نام پیش کئے۔ ہم سب بھائی خاموش رہے۔ اس لئے نہیں کہ ہم کو پرواہ نہ تھی بلکہ اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تو ہمارے نام درج ہو جائیں گے۔ آخر جس دن فہرست تیار ہو کر طبع ہو رہی تھی یا قریباً مکمل ہو چکی تھی تو ہمارے بھائی جمال الدین صاحب قادیان آئے اور حضور علیہ السلام کی مجلس میں یہ ذکر ہو رہا تھا۔

انہوں نے سوال کیا کہ حضورؑ ہمارے نام بھی درج کئے گئے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم سب بھائیوں کے نام فہرست میں درج کئے گئے ہیں۔ جب ہمارے بھائی نے واپس جا کر یہ بات ہم کو سنائی تو ہماری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور خدا تعالیٰ کی غریب نوازی کا شکریہ ادا کیا۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ**۔

(رجسٹر روایات جلد نمبر 13)

پچاس روپے

حضرت اقدسؑ نے آپ کی مخلصانہ مالی قربانی اور خدمت کا بھی تذکرہ فرمایا۔ آپ نے ضمیمہ اشتہار ''الانصار'' ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء میں فرمایا:

''میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور ان کے دو برادران حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیر دین نے پچاس روپے دیئے۔ ان چاروں بھائیوں (چوتھے حضرت منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور کا ذکر ابتداء میں فرمایا۔ ناقل) کے چندوں کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی''

جولائی ۱۹۰۰ء میں ان بھائیوں اور ان کے والد محمد صدیق صاحب چاروں کی طرف سے ایک سو روپیہ منظور فرما کر فہرست برائے چندہ تعمیر منارۃ المسیح میں ان کے نام نمبر ۸۴ پر درج فرمائے۔

وفدِ نصیبین 1899ء

جن دنوں میں حضرت اقدس علیہ السلام اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' تالیف کر رہے تھے انہیں ایام میں آپؑ کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کو فتنہ صلیب کے وقت نصیبین

(عراق) کے بادشاہ نے اپنے پاس بلایا تھا اور آپؑ کے سفر کے آثار موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات مسیحؑ کے ثبوت کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے چنانچہ آپؑ نے نصیبین سے ثبوت ملنے کی امید سے ایک وفد بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔

اس مقصد کے لیے حضور علیہ السلام حضرت مرزا خدا بخش صاحب کو منتخب کر چکے تھے بعد ازاں 10 اکتوبر 1899ء کو قرعہ اندازی کے ذریعہ باقی دو احباب حضرت مولوی قطب الدین صاحب اور حضرت جمال الدین سیکھوانی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔

مگر افسوس کہ بعض پیش آمدہ امور ضروریہ کی وجہ سے اس وفد کا بھیجنا ملتوی ہو گیا۔

خدماتِ عالیہ

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس بیان کرتے ہیں:

’’بہت سے ایسے صاحبِ علم دوست تھے جو غیر احمدی مولویوں کو مذہبی گفتگو میں ساکت کر دیتے تھے۔ البتہ وہ مولوی کے لقب سے ملقب نہ تھے۔ ان میں مثال کے طور پر میرے تایا اور والد اور چچا میاں جمال الدین، میاں امام الدین اور میاں خیر الدین تھے جن کے مولویوں سے متعدد مباحثے ہوئے اور ان کے ذریعے سینکڑوں سعید روحیں احمدیت کی آغوش میں داخل ہوئیں۔‘‘

(’’صداقت مسیح موعود‘‘ تقریر جلسہ سالانہ 1964ء بار اوّل، ربوہ، 1965ء ص160)

وفات حضرت مولوی جمال الدین صاحب

آپ کی وفات پر الفضل نے لکھا۔

’’مولوی جمال الدین صاحب سیکھواں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے (رفقاء) میں سے اور مخلص احمدی تھے چند دن کی علالت کے بعد فوت ہو گئے۔ اِنَّا

لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔ آپ کا وصال 14/اگست 1922ء کو ہوا۔

(الفضل قادیان 17/اگست 1922ء ص1)

حضرت میاں جمال الدین صاحب

حضرت مولانا جلال الدین شمس حضرت میاں جمال الدین صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ سلسلہ کے ساتھ سچا اخلاص رکھتے تھے۔ آپ کو علم طب میں خاصی مہارت تھی اور قرآن وحدیث سے اچھی طرح واقف تھے۔ آپ خدا کے فضل سے ذہین و فہیم تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ہم اپنے گاؤں سیکھواں کی (بیت) میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دوران گفتگو میں میرے والد (حضرت امام الدین) صاحب نے فرمایا: اب میری نظر میں کمی آ گئی ہے۔ آپ (یعنی حضرت میاں جمال الدین صاحب) فرمانے لگے میری نظر میں ذرا کمی نہیں آئی اور اس کی وجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں کی برکت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘ اس پر میرے دل میں ہمیشہ خیال رہتا تھا کہ جب بادشاہ برکت حاصل کریں گے تو ہم کیوں نہ کریں۔ اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (بیت الذکر) سے اندر تشریف لے جانے لگتے تو میں آپ کی دستار مبارک کا شملہ اپنی آنکھوں پر پھیر لیا کرتا تھا۔ اسی کی برکت ہے کہ میری نظر میں کمی نہیں آئی۔

آپ پر بہت سے مصائب اور تکالیف بھی آئیں۔

اپنی وفات سے قریباً ایک مہینہ پہلے آپ ایک گھوڑی سے گر پڑے اور سر میں چوٹ آئی۔ علاج کرتے رہے مگر چوٹ نے دماغ میں اثر کیا۔ پھر آپ بول نہ سکتے تھے۔ ساتھ

ہی سخت بخار ہوگیا۔ چند روز کے بعد آپ نے 63 سال کی عمر میں 14، 15/اگست 1922 کی درمیانی شب بوقت نو بجے اس دنیا کو الوداع کیا اور جہان جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 15/اگست کی صبح کو بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فردوس بریں میں آپ کو جگہ دے۔

(الفضل قادیان 10/اکتوبر 1925 ص 6)

حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی

پیدائش: آپ اندازاً 1860ء۔1861ء میں پیدا ہوئے۔

بیعت: رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت 23/نومبر 1889ء کو بروز جمعہ کی اور آپ کا نمبر 150 درج ہے۔

(رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر شمار 150 از خلافت لائبریری ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ رفقاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ نمبر 41 (روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 325) پر اپنے تین سو تیرہ (رفقاء) کی جو فہرست دی ہے اس میں نمبر 32 پر ''میاں امام الدین سیکھواں گورداسپور معہ اہل بیت'' تحریر فرمایا ہے۔

عادات ومشاغل

آپ اپنے بھائیوں میں منجھلے بھائی تھے۔ آپ نہایت عبادت گزار، زاہد اور تہجد گزار تھے۔ نماز کی پابندی کرنیوالے تھے۔ نہایت سادہ مزاج تھے اور ایمان میں پختہ تھے۔ اپنے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ جمعہ میں شامل ہونے کے لئے قادیان آیا کرتے تھے۔

چندہ جات اور مالی قربانیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ سیکھواں سے قادیان اکثر پیدل آیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب حاصل کیا کرتے تھے۔ حضورؑ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے اور حضورؑ کے ساتھ حضورؑ کے دسترخوان اور لنگر سے کھانا کھانے کے بے شمار مواقع میسّر آئے۔ آپ سلسلہ کی طرف سے کی جانے والی تحریکات میں استطاعت کے مطابق ضرور حصّہ لیا کرتے تھے۔ جماعت کی طرف سے جو خدمت بھی آپ کے سپرد کی جاتی اسے بخوشی رضا کارانہ طور پر بجالایا کرتے تھے۔ صبح کے وقت باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز بھی اچھی دی تھی۔ آپ اکثر کام کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف سفروں میں آپکو حضورؑ کی معیت میں رہنے اور خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی بالخصوص حضور علیہ السلام کے خلاف جو جھوٹے مقدمات بنائے جاتے تھے ان کی پیروی میں حضور کی ہمرکابی کا شرف ان تینوں بھائیوں کو حاصل ہوتا تھا۔

پیغام حق اور جماعتی خدمات

ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی باقاعدہ دعوت الی اللہ کا صیغہ قائم نہیں ہوا تھا، آپ آنریری طور پر دعوت الی اللہ کا کام کیا کرتے تھے۔ ضلع گورداسپور کی بیشتر جماعتوں کے قیام میں آپ کا بھی دخل تھا۔ سیکھواں میں احمدیت کا قیام تینوں بھائیوں کی دعوت الی اللہ سے ہوا۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں:

''اس گاؤں میں احمدیت کا محرک اور بانی ایک کشمیری خاندان ہے اور وہ تین بھائی میاں جمال الدین، میاں امام الدین، خیرالدین ہیں۔ حضرت اقدسؑ کے ساتھ ان کو بہت

محبت اوراخلاص ہے۔ یہ تینوں بھائی ایک دوسرے سے اخلاص میں بڑھے ہوئے ہیں۔ بڑے مستعد اور جواں ہمّت ہیں۔ان کے ساتھ ہی ان کا ایک پرانا دوست اور دینی بھائی منشی عبدالعزیز پٹواری سیکھواں ہے۔ یہ شخص اپنے اخلاص کا آپ نمونہ اور نظیر ہے۔''

مربی ومناظراور خادم سلسلہ

حضرت عبدالرحمٰن صاحب بی اے نے حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کی وفات پر تحریر فرمایا کہ '' آپ جب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باقاعدہ (مربی) نہ تھے اس وقت ضلع گورداسپور میں ایک (مربی) اور مناظر کا کام کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ ضلع گورداسپور کی بہت سی جماعتوں کی ترقی اور تربیت میں آپ کا بڑا حصہ ہے خصوصاً ہماری جماعت (موضع ہرسیاں) جو حضرت میاں صاحب کے گاؤں سے صرف دو میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے،آپ ہی کی (دعوت الی اللہ) اور تربیت کا نتیجہ ہے۔''

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس فرماتے ہیں'' والدصاحب مرحوم کو میں نے کئی دفعہ غیر احمدیوں کو (دعوت الی اللہ) کرتے سنا ہے۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کیلئے اکثر آپ کے الہامات اور ربانی تائیدات اور پیشگوئیاں جن کے وقوع کے وہ خود چشم دید گواہ تھے، پیش کیا کرتے تھے۔مولوی کرم الدین والے مقدمہ کے حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر جہلم نیز ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ اور دیگر مقدمات جو گورداسپور میں ہوئے اور ان کے متعلق جو پیشگوئیاں پوری ہوئیں ان کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے کیونکہ اُن سب مقدمات کے وہ چشمدید گواہ تھے۔ یہ سب واقعات میں نے ان سے کئی مرتبہ سنے تھے۔گورداسپور کے مقدمات کے سلسلہ میں آپ کو مرکز سے اگر گورداسپور جلسہ کا انتظام کرنے کی کوئی اطلاع ملی تو آپ خواہ بارش ہوتی یا رات کا وقت ہوتا ہر حال میں وہاں پہنچتے تھے۔ میرے ننھیال (بھاگووالہ) میں جب

جاتے وہاں (دعوت الی اللہ) کیا کرتے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل کے بعد جب آپ وہاں گئے تو وہاں کے آریہ سرداروں نے آپ کو مارنے کے لئے ایک منصوبہ کیا۔ وہ واقعہ لمبا ہے۔ یہاں اس کا آخری حصہ درج کرتا ہوں۔ سرداروں نے اپنے مکان پر بلوا کر جہاں گاؤں کے اور سرکردہ بھی جمع تھے ان پر اس قسم کے الزامات لگانے شروع کئے کہ آپ یہاں فساد کروانا چاہتے ہیں۔مگر ثابت کوئی بات نہ کر سکے۔ نیز ان سے یہ تحریر بھی مانگی کہ وہ پھر کبھی بھاگووالہ نہیں آئیں گے۔آپ نے انکار کر دیا۔سردار نے کہا لکھنا پڑے گا۔ والد صاحب نے جواب دیا میں کبھی نہ لکھوں گا۔ سردار نے ایک شخص سے کہا قلم دوات لاؤ۔اتنے میں میرے نانا جان میاں کریم بخش مرحوم کو پتہ لگ گیا اور وہ وہاں پہنچ گئے اور والد صاحب سے کہا تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے؟ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر مجلس سے باہر نکال لائے۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ جو لوگ وہاں جمع تھے وہ نہیں جانے دیں گے۔ مگر نانا مرحوم کی جرأت کا ان پر کچھ ایسا رعب پڑا کہ سب خاموش رہ گئے۔دوسرے روز جب اپنے گاؤں سیکھواں واپس آنے لگے تو گھٹیا نامی نمبردار سے جو آپ کا واقف تھا اور اس مجلس میں حاضر تھا سرداروں کی اس کاروائی کا سبب دریافت کیا۔اس نے کہا کہ آپ سے گفتگو کا سلسلہ بھی میری رائے کی بنا پر شروع ہوا تھا۔ ورنہ تجویز یہ تھی کہ آپ کو اندر بلا کر خوب مارا جائے اور چوری وغیرہ کا الزام لگا دیا جائے۔اس نے وجہ یہ بتائی کہ سرداروں کا خیال ہے کہ پنڈت لیکھرام کا قاتل چھینہ سٹیشن سے اتر کر تمہاری معرفت قادیان گیا اور انعام واکرام پا کر واپس ہوا۔آپ نے اصل حقیقت بتائی۔مگر اس پر آپ کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ نے سارا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا اور حضورؑ نے اپنا الہام وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھا۔''

(روزنامہ الفضل قادیان۔8/جولائی 1941ء)

حضرت خلیفۃ المسیح سے عقیدت

''آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کرام کے ساتھ بھی بے انتہا محبت اور عقیدت تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نوراللہ مرقدہٗ) کے بارہ میں مختلف پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا تھا اس لئے ان کیلئے دل میں بہت عظمت تھی۔جب شیخ مصری کا فتنہ اٹھا اوراس سلسلہ میں اشتہارات نکالنے کی تجویز ہوئی تو میاں امام دین صاحب کے بیٹے مولانا جلال الدین شمس صاحب نے جوان دنوں انگلستان میں (مربی) کا فریضہ انجام دے رہے تھے،انہیں لکھا کہ وہ اس تحریک میں ان کی طرف سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر دوروپیہ پیش کریں۔چنانچہ اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے مولانا شمس صاحب کو لکھا کہ رقم پیش کرنے کے بعد''میں نے کچھ اپنے متعلق حضور سے عرض کرنا چاہا لیکن مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور کچھ کہہ نہ سکا۔'' حضور سے ملاقات کرتے وقت اکثر آپ کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ جب گورداسپور میں مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھیں (ضلع جہلم) کے مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں پیشیاں پے در پے ہوتی رہیں اوردوسال مقدمہ چلتا رہا،حضرت میاں امام الدین صاحب نے گورداسپور میں ایک مکان کرایہ پر لیا اور وہیں قیام کیا اور حضرت اقدسؑ کو دبانے کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

(روزنامہ الفضل یکم مئی 1980ء۔روزنامہ الفضل 8رستمبر 2000ء)

خلافتہ ثانیہ کے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے جماعتوں کو سمجھانے کیلئے ضلع گورداسپور اور ضلع سیالکوٹ میں ایک وفد بھجوایا تھا۔اس وفد میں آپ بھی شامل تھے۔

آپ جب تک سیکھواں میں مقیم رہے اس جماعت کے سیکرٹری رہے اور جماعت کی

خوب خدمت کرتے رہے۔جب آپکے بیٹے (میرے والد محترم) حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو دعوت الی اللہ کے لئے انگلستان بھجوایا گیا تو آپ کے کہنے پر حضرت میاں امام الدین صاحب قادیان منتقل ہوگئے تاکہ اپنی بہو اور انکے بچوں کے پاس رہ سکیں۔لیکن اسکے باوجود آپ نے جماعت سیکھواں کا کام اپنے ذمہ رکھا اور قادیان میں بھی مفوضہ کام نہایت خوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

آپکے اخلاص اور ایمان کی پختگی کا حال کسی قدر اس واقعہ سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے بعض (مربیان) کو تحصیل شکرگڑھ بھیجا گیا۔وہاں مواشہ قوم کے متعلق خیال تھا کہ وہ دین حق کے قریب آ رہی ہے۔چنانچہ (مربیان) کی کوششوں سے کئی لوگ (مومن) ہونے کے لئے تیار ہوگئے۔جب حضور کی خدمت میں اطلاع بھجوائی گئی تو حضور نے بیعت لینے کے لئے حضرت میاں امام الدین کو منتخب فرمایا۔شیخ مصری صاحب نے کہا کہ یہ شخص سادہ سا ہے اسے بھیجنا مناسب نہیں۔لیکن حضور نے ان کا مشورہ قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان (رفقاء) کی قدر و منزلت معلوم نہیں۔جب کوئی (مربی) نہ تھا تو یہی لوگ (دعوت الی اللہ) کرتے تھے اور دین حق لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

چنانچہ آپ کو تحصیل شکرگڑھ بھیجا گیا۔آپ نے کئی روز تک وہاں قیام فرمایا اور بیعت لی۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔16رہجرت 1320ہش۔صفحہ 5)

آپ کی شادی

آپ کی شادی بھاگو وال تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک خاندان میں حضرت میاں کریم بخش صاحب (جو 313 (رفقاء) میں سے تھے) کی بیٹی حضرت حسین بی بی

صاحبہ سے ہوئی تھی۔ آپ خاموش طبیعت تھیں۔ اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ بچوں سے بہت پیار و محبت سے پیش آتیں۔ آپکی وفات ربوہ میں 19 ستمبر 1960ء میں نوّے سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ موصیہ تھیں۔ آپ کی وصیّت نمبر 434 تھا اور 1/6 حصّہ کی وصیّت کروائی ہوئی تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت 1891ء میں کی تھی۔

اولاد

آپ کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب کئی بچے فوت ہو گئے تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدسؑ میں دعا کیلئے عرض کیا۔ حضورؑ نے دعا کے ساتھ دوائی بھی تجویز فرمائی جس کے نتیجہ میں اس کے بعد آپ کی اولاد زندہ رہی۔

آپ کے چار بچے چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں ہاجرہ بیگم اہلیہ حسین بخش صاحب، عائشہ بی بی اہلیہ حاجی ولی محمد صاحب، رمضان بی بی اہلیہ محمد حسین صاحب، حمیدہ بی بی اہلیہ چوہدری وزیر محمد صاحب پٹیالوی اور بشریٰ بی بی اہلیہ مولوی چراغ دین صاحب (مربی سلسلہ) اور دو بیٹے بشیر احمد (اہلیہ: فاطمہ بی بی صاحبہ) اور حضرت مولانا جلال الدین شمس (اہلیہ: سعیدہ بانو بنت حضرت خواجہ عبید اللہ صاحب (رفیق)، ریٹائرڈ ایس ڈی او) عطا فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سب کی اولاد اور اولاد در اولاد اپنے اپنے رنگ میں دین حق و احمدیت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہے اور مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی صورت میں سیکھواں سے ایک ستارہ نکلا جو شمس بن کر ایک لمبا عرصہ اپنی بابرکت کرنوں سے ایک عالَم کو مستفیض کرتا رہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا سچا اور حقیقی خادم و وفادار بنا رہا اور اپنے آقا سے خالد احمدیت کے لقب سے نوازا گیا۔

ایک نشان

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ آپکا بیٹا بشیر احمد ران میں گلٹی ہونے کے باعث بیمار ہو گیا۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ یہ طاعون ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے بڑے وثوق سے فرمایا کہ یہ طاعون نہیں بلکہ ''داد'' ہے اور بڑے جوش سے فرمایا کہ دیکھو جس کو ہم جانتے ہیں اسے بھی طاعون نہیں ہو سکتی اور جو ہمیں جانتا ہے اسے بھی طاعون نہیں ہو سکتی۔ آپ یہ مبارک کلمات سن کر سیکھواں واپس گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند دنوں ہی میں بشیر احمد کو آرام آ گیا۔

اطاعت کا مجسم نمونہ

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کے مجسم نمونہ تھے۔ ہر امر میں آپکی اطاعت لازمی سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک مرتبہ دو تین مولوی موضع ہرسیاں میں آ گئے اور انہوں نے (بیت) میں حضور علیہ السلام کے خلاف بدزبانی شروع کر دی۔ ہرسیاں میں اس وقت صرف دو تین ہی احمدی تھے۔ یہ لوگ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کو بلانے آئے کہ چل کر ان غیر احمدی مولویوں سے بحث کریں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مناظرہ کیلئے اجازت مانگی جس پر حضور نے فرمایا ''بحث کرنے کی اجازت نہیں۔'' یہ سن کر میاں صاحب ہرسیاں کے احمدی احباب کے ساتھ ہرسیاں چلے آئے لیکن مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر جب ان مولویوں نے یہ کہہ کر تنگ کرنا شروع کیا کہ مناظرہ کرنے کی جرأت

نہیں تو پھر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات عرض کرنے کے بعد مناظرہ کی اجازت مانگی۔ لیکن حضور نے پھر یہی فرمایا کہ ’’مناظرہ کرنے کی اجازت نہیں۔‘‘ میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے سارا دن گاؤں سے باہر گزارا مگر مناظرہ سے انکار کر دیا۔ اور دوسری طرف مخالف جو منہ میں آیا کہتے رہے۔ بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ چند غیر احمدی شرفاء نے ان مولویوں کو انکی بدزبانی کی وجہ سے خود گاؤں سے باہر نکال دیا اور دوسرے تیسرے دن جمعہ کی نماز کے لئے 16,15 آدمی قادیان گئے تا کہ یہ دیکھیں کہ جس شخص کو یہ مولوی برا بھلا کہتے ہیں کیا وہ واقعی ایسا ہے؟ سب کے سب دوست جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ اس طرح وہ لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اگر مناظرہ ہوتا تو شاید اس وقت ایک بھی احمدی نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ حضور کی زبان میں برکت ہے اس لئے مناظرہ نہ ہونے کی صورت میں غیر احمدی مولویوں کی بدزبانی کا بُرا اثر پڑا اور احمدیوں کی شرافت کا اچھا اثر ہوا اور کئی لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔23رمئی1941ءصفحہ3)

حضرت حکیم محمد اسماعیل صاحب ابن حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کا بیان ہے کہ میں چونکہ فیض اللہ چک کا رہنے والا تھا اور سیکھواں وہاں سے قریب ہی تھا اس لئے جب ان لوگوں کی خدمات کی ضرورت پڑتی تو مجھے بھجوایا جاتا۔ تو میں صبح سویرے جا کر بتا دیتا کہ حضور نے آپ کو طلب فرمایا ہے۔ تو یہ صاحبان اسی وقت قادیان روانہ ہو جاتے اور ہمیں اپنے گرم لحافوں کو لپیٹنے کی

ہدایت کر جاتے کہ آپ لوگ سردی میں آئے ہیں کہیں سردی نہ لگ جائے۔

عزم وہمت اور صبر واستقلال

جب آپکے بیٹے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس (دعوت دین حق) کی غرض سے فلسطین میں تھے اور مخالفت زوروں پر تھی۔ بڑوں سے لیکر چھوٹوں تک آپکی مخالفت کر رہے تھے۔ بعض مشائخ آپکے منہ پر کہتے تھے کہ تم واجب القتل ہو۔ ان ہی ایام میں حضرت شمس صاحب کے بڑے اور اکلوتے بھائی بشیر احمد صاحب وفات پا گئے جنہوں نے آخری ایّام میں حضرت شمس صاحب سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت شمس صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’والد صاحب نے مجھے لکھا کہ تمہاری والدہ کی خواہش تھی کہ حضرت صاحب سے عرض کروں لیکن تم (دعوت الی اللہ) کے کام میں مصروف ہو۔ میں نے کہنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن اس سے قبل کاکو (میری پھوپھی صاحبہ عرف مائی کاکو) نے ایک دفعہ حضور علیہ السلام سے عرض کیا تھا تو حضور نے فرمایا ہمیں ان کے متعلق آپ کی نسبت زیادہ فکر ہے۔ چند روز کے بعد بھائی مرحوم کی وفات کی خبر ناظر صاحب (دعوت الی اللہ) کی طرف سے بذریعہ تار پہنچی۔ بعد میں والد صاحب مرحوم کا خط ملا جس میں آپ نے قضاء الٰہی پر رضا کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تمہاری والدہ نے بھی قابل تعریف صبر کا نمونہ دکھایا ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان۔8وفا رجولائی1320ھش۔1941ء)

آپ کا ایک قابل ذکر خط

اکتوبر1925ء میں عین جوانی کے عالم میں جب حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب بلاد عربیہ میں خدمات بجا لا رہے تھے تو آپکے والد محترم نے شام میں آپکے نام

ایک خط لکھ کر بھجوایا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میاں امام الدین صاحب اس جدائی کو محض اللہ کی خاطر قبول کرتے ہوئے کس قدر تڑپ رکھتے تھے کہ انکا بیٹا اللہ تعالیٰ کی خاطر خدمات بجالاتا رہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’عزیزم مولوی جلال الدین فاضل سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دو خطوط آں عزیز کے پہنچ گئے۔نہایت خوشی حاصل ہوئی۔تمام حالات سے آگاہی حاصل ہوئی۔گو جدائی کے صدمات ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو آں عزیز کو مرتبہ عطا کیا ہے ہر ایک کو نہیں ملتا۔(دعوت الی اللہ) کا کام سنّت نبوی ﷺ ہے۔سو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آں عزیز کو پسند فرما کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت عطا فرمائے اور ہر ایک طرح دین کی نصرت عطا فرمائے۔جو حالات لوگوں کے تحریر کئے ہیں یہ حالات ہمیشہ ہی رسولوں کے وقت ہوتے رہے ہیں اور لوگ یہی کہتے رہے ہیں۔مگر کیا لوگ اپنی باتوں میں کامیاب ہوئے یا رسولوں کو کامیابی ہوئی؟ الٰہی وعدہ ہے کہ وہ آخر کار اپنے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔بیشک اللہ تعالیٰ کا ہر دل پر قبضہ ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور یہ یقین ہے اور ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہیں پورے ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔یہ کام تو خدا تعالیٰ خود اپنے فضل سے کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا
بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

سو اب کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ دین میں قوت عطا فرمائے۔اب خدا تعالیٰ نے آں عزیز کے سپرد یہ کام کیا ہے نہایت مضبوطیٔ دل سے یہ کام کرنا، گھبرانا نہیں۔آنکھوں کے سامنے وہ نظارے رکھنے چاہئیں۔کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل چاہتا تھا کہ ہاجرہؑ اور اپنے بچے اسماعیلؑ کو جنگل میں چھوڑ آؤں؟ مگر وہ کام خدا کے حکم کے ماتحت کرتے تھے۔پھر انہیں اس تابعداری کے کیا مراتب ملے۔آج دنیا ان کی سنّت پر چلتی ہے۔علیٰ ہذا القیاس بہت نظیریں قرآن شریف سے مل سکتی ہیں۔دعا بہت چاہئے۔یہ دن خدا کے ملنے کے دن ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کامیابی عطا کرے۔

امام الدین از سیکھواں بقلم خود‘‘

(الفضل قادیان۔29/اکتوبر 1925ء صفحہ۲)

تربیت اولاد

آپ نے اپنے بچوں کی تربیت عمدگی سے انکے بچپن سے ہی کی۔اپنے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ جو قادیان میں اپنے گاؤں سے جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے آیا کرتے تھے وہ آپ ہی تھے۔آپ اپنے ہمراہ اپنے بیٹے جلال الدین شمس صاحب کو بھی ہمراہ لے کر جایا کرتے تھے جو اُس وقت محض پانچ چھ سال کے تھے۔پھر بچپن ہی میں آپ نے بچوں کو مختلف دعائیں جیسے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وغیرہ یاد کروائی ہوئی تھیں۔اپنے بیٹے سے اخبار بدر، الحکم اور اردو ریویو آف ریلیجنز کے پرچے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔اس طرح دونوں کے علم میں اضافہ ہوتا تھا اور تربیت بھی۔

مدرسہ احمدیہ میں تعلیم کے بارہ میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب تحریر فرماتے ہیں ’’جب میں مدرسہ احمدیہ کی دوسری جماعت میں پڑھتا تھا، اس وقت ہم سات طالبعلم گاؤں سے روزانہ آیا کرتے تھے۔لیکن جب میں تیسری جماعت میں ہوا تو

اسوقت صرف مولوی قمرالدین صاحب (آپ کے چچا میاں خیرالدین صاحب کے بیٹے۔ناقل) اور میں رہ گئے تھے اور دونوں ہی سکول چھوڑنے کا ارادہ کیا کرتے تھے۔ موسم گرما کی ڈیڑھ ماہ کی رخصتوں کے بعد جب مدرسہ جانے کا دن آیا تو میں نے انکار کردیا کیونکہ صبح چار پانچ بجے کے قریب جبکہ ابھی اندھیرا ہی ہوتا تھا ہمیں گاؤں سے چلنا پڑتا تھا تا سکول میں وقت پر حاضر ہو جائیں۔تب میرے والد صاحب نے مجھے مارا اور تقریباً ایک میل تک ساتھ آئے۔ میں ہچکیاں لیتا روتا ہوا ان کے ساتھ چلا گیا۔اس کے بعد ہم کچھ مدت کیلئے اپنے رشتہ داروں کے گھر قادیان رہنے لگے۔پھر اس کے بعد سکول چھوڑنے کا خیال نہیں آیا۔وہ دن تھا۔اگر اس دن والد صاحب سختی نہ کرتے تو نامعلوم میری زندگی کا مستقبل کیا ہوتا۔ان کی سختی کو یاد کرکے میں ہمیشہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔''

(روزنامہ الفضل قادیان۔8/جولائی1941ء)

وفات

عرصہ قریباً6سال کے بعد حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کامیاب وکامران دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیکر بلاد عربیہ سے دسمبر 1931ء کے آخر پر واپس قادیان پہنچے تو اپنے بوڑھے والد کا آپ ہی سہارا تھے کیونکہ آپکے اکلوتے بھائی تو فوت ہو چکے تھے۔ لیکن چند سالوں کے بعد ہی 1936ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت شمس صاحب کو انگلستان روانہ فرمادیا۔اس وقت آپ کے دو بچے چھوٹی عمر کے تھے۔ بڑا بیٹا صلاح الدین دو تین سال کا تھا اور بیٹی جمیلہ چند ماہ کی تھی۔اسکے بعد جنگ عظیم شروع ہوگئی اور جماعت کے حالات ایسے تھے کہ حضرت شمس صاحب کو 10 سال سے زائد عرصہ

انگلستان رکھا گیا۔آپکے دونوں بچے جوان ہو چکے تھے اور اپنی والدہ سے پوچھا کرتے تھے کہ انکے ابّا زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اپنے دادا سے بھی یہی پوچھتے ہونگے۔اُدھر دادا ضعیف ہوتے جارہے تھے لیکن آپ نے کبھی بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں یہ درخواست نہیں کی کہ میرے بیٹے کو اَب واپس بُلا دیا جائے۔اسی حالت میں 8/مئی 1941ء کو قریباً80 سال کی عمر میں آپ وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ موصی تھے اور وصیت نمبر 95 تھا۔آپ کی نماز جنازہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے ایک بہت بڑے مجمع سمیت پڑھائی اور آپ کو مقبرہ بہشتی قادیان کے قطعہ خاص (رفقاء) میں دفن کیا گیا۔آپ کی قبر کے کتبہ پر درج ذیل الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

مزار

پاک دل مولوی امام الدین صاحب

والد ماجد مولوی جلال الدین صاحب شمس

مہاجر قادیان

عمر ۸۰سال وفات ۸-۵-۱۴

وصیت نمبر ۵۹

حلیہ مبارک

ہماری بڑی ہمشیرہ جمیلہ نسیم ملک صاحبہ کے بیان کے مطابق ''آپ اصل کشمیریوں کی طرح اونچے چوڑے تھے اور نقش نہایت بااثر تھے۔داڑھی درمیانی تھی۔رنگ گندمی لیکن سفید رنگ کی طرف مائل تھا۔پگڑی باندھا کرتے تھے لیکن کُلّے کے بغیر نیز دیسی جوتے پہنتے تھے۔''

میرے دادا میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کا ایک وقار اور عزت تھی۔ اپنے گاؤں سیکھواں میں بھی اپنے اور غیر سبھی بہت عزت سے پیش آتے تھے اور احترام کرتے تھے اور بہت سے احباب جھگڑوں وغیرہ کے فیصلے بھی ان سے کروایا کرتے تھے۔ جب میں 1990ء میں اپنے بچوں کو لے کر سیکھواں دیکھنے گیا تو وہاں بعض سکھ احباب اس زمانہ کے بھی تھے جو بہت پیار و محبت سے پیش آئے اور ہمارے دادا جان اور انکے بھائیوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

دعا گو اور مستجاب الدعوات

آپ ایک دعا گو، تہجد گزار، صوم صلوٰۃ کے پابند اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اپنی وفات سے چند سال قبل آپکو اپنی وفات کا احساس بھی جبکہ بڑھ گیا تھا تو آپ نے اپنی زیادتیٔ عمر کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بارہ میں آپ نے اپنے بیٹے حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو 11/جولائی 1937ء کے خط میں تحریر فرمایا کہ

''میں جب بیمار تھا اور اپنی فصل ربیع کٹوانے کے لئے گاؤں میں گیا ہوا تھا۔ مجھے کچھ بخار و کھانسی تھی۔ عشاء کے بعد جب میں چارپائی پر لیٹ گیا تو مجھے خیال آیا۔ ابھی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر میری اجل قریب ہے تو تُو (بخدا) زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ مولوی جلال الدین یہاں نہیں عمر زیادہ کرنے سے تیری ذات کو کوئی روکنے والا نہیں۔ جب صبح قریباً تین بجے تھے مجھے آواز آئی۔ السلام علیکم بڑی بلند آواز سے۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے چارپائی کے چاروں طرف دیکھا تو کوئی شخص معلوم نہ ہوا۔ میں نے سمجھا کہ فرشتہ کی طرف سے سلامتی کا لفظ ہے۔ ابھی اچھی عمر کا کچھ حصہ رکھا ہے یہ اس کا فضل ہے۔'' اس کے بعد آپ تقریباً چار سال تک زندہ رہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 8/جولائی 1941ء)

امام کی قربت

آپ کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ مسیح پاک علیہ السلام کے قرب میں رہیں اور جس حد تک ممکن ہو برکات حاصل کریں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ہمراہ مختلف سفروں میں بھی آپ ساتھ رہے، ہر تحریک پر لبیک کہتے ہوئے حسب استطاعت حصّہ لیتے رہے اور مختلف رنگوں میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ آپ کے ایک عزیز دوست منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی بیان کرتے ہیں کہ ان تینوں بھائیوں کی وجہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت انہیں نصیب ہوئی اور بیعت کا شرف حاصل ہوا اور ''شاذ و نادر ہی کبھی کوئی دن گزرتا تھا کہ میں مع میاں جمال الدین وغیرہ قادیان نہ آتا ورنہ ہر روز قادیان آنا ہمارا معمول تھا۔ اگر کبھی عشاء کے وقت بھی قادیان آنے کا خیال آتا تو اسی وقت ہم چاروں چل پڑتے اور باوجود سردیوں کے موسم کے نہر میں سے گزر کر قادیان پہنچ جاتے۔ اگر ہم میں سے کوئی کسی روز کسی مجبوری کی وجہ سے قادیان نہ پہنچ سکتا تو باقی پہنچ جاتے اور واپس جا کر غیر حاضر کو سب باتیں سُنا دیتے۔''

(سیرۃ المہدی حصّہ سوم۔ روایت نمبر 659 صفحہ 113)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر مجلس میں اور جلسوں میں شامل ہونے کو آپ موجب سعادت سمجھتے اور تکلیف اٹھا کر بھی وہاں پہنچتے۔ اسی طرح ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' مضمون جو لاہور میں پڑھا گیا تھا، اسمیں بھی آپ شامل تھے اور امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ جو تحریری مناظرہ ہوا جو جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے، اس موقع پر بھی آپ حضور علیہ السلام کے قرب میں تھے۔

حضرت میاں امام الدین سیکھوانی بہت ہی خوش قسمت انسان تھے کہ آپ نے نہ صرف اس مسیح موعود کا زمانہ پایا (جسکے انتظار میں لاکھوں کروڑوں انسان اپنی خواہش پورا

ہوئے بغیر فوت ہوگئے) بلکہ خدا تعالیٰ نے آپکواس کے اوّلین رفقاء اور خدام میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائی اور خدا تعالیٰ کے اس مقدس مسیح نے آپکےحق میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ آپ نے عہد بیعت کو کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، پورا کردکھایا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے قرب کے علاوہ آپ کوحضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ کی خلافت میں بھی خدمات سلسلہ کی توفیق ملتی رہی اور آپ نے حضرت مصلح موعود کے بابرکت دورخلافت کے بھی کئی سال دیکھے۔

اطاعت امام اور بے لوث قربانیوں کا آپکواللہ تعالیٰ نے یہ صلہ عطا فرمایا کہ آپکی اولاد دراولاد کواللہ تعالیٰ نے بے حد نوازا ہے اور دین ودنیا میں اپنے فضلوں کا وارث بنایا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ نہ صرف آپکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے آقا کے قدموں میں جگہ دے بلکہ آپکی اولاد دراولاد کا بھی حامی وناصر رہے اور انہیں بھی ہمیشہ اپنے قرب خاص سے نوازتا چلاجائے۔ آمین

حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی

آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ اندازاً 1869ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا بھی اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ہمراہ سیکھواں سے قادیان آنا جانا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے سے جاری تھا۔

بیعت

آپ کوبھی اپنے بہن بھائیوں، والدین اور بزرگوں سمیت امام الزمان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور حضور علیہ السلام نے آپکو بھی

معہ اہل بیت اپنے تین سو تیرہ (رفقاء) کی فہرست میں شامل فرمایا۔ وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

حضورعلیہ السلام نے جورجسٹر بیعت اولیٰ تیار فرمایا تھا اس میں آپ کے کوائف یوں درج ہیں۔

نمبرشمار:	151 تاریخ ہجری
تاریخ عیسوی:	23/نومبر 1889ء بروز جمعہ
نام مع والدین:	میاں خیرالدین ولد محمد صدیق قوم وائیں عرف کشمیری۔ موضع سیکھوان۔ ضلع وتحصیل گورداسپور بقلم خود

(رجسٹر بیعت اولیٰ۔ نمبرشمار151۔ از خلافت لائبریری۔ ربوہ)

شادی

آپ کی شادی محترمہ امیر بی بی صاحبہ سے ہوئی تھی جو قادیان کی رہنے والی تھیں اور خواجہ محمد شریف صاحب آف قادیان کی پھوپھی اور بابا نظام الدین صاحب کی بیٹی تھیں۔ بابا نظام الدین صاحب کے بہنوئی حضرت میاں محمد صدیق صاحب سیکھوانی برادران (حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی۔ حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی اور حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی) کے والد اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے رفقاء میں سے تھے۔

محترمہ امیر بی بی صاحبہ کے متعلق انکے بیٹے مولانا قمرالدین صاحب (جنہیں خدام الاحمدیہ کے پہلے صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ

’’گاؤں کی بہت سی احمدی اور غیر احمدی لڑکیوں نے محترمہ والدہ صاحبہ سے قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ پڑھا تھا۔ دینی مسائل اور عبادات میں شغف رکھتی تھیں۔ ہماری

پھوپھی مائی کاکو کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھنے قادیان جایا کرتی تھیں اور گاؤں کی دوسری مستورات بھی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ۔ایک مرتبہ والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نماز مغرب کے متعلق سوال کیا کہ کھانا پکانے کا وقت ہوتا ہے، کیسے ادا کی جائے؟ حضور نے فرمایا۔ کھانا مغرب سے پہلے پکا لیا کریں اور نماز وقت پر پڑھیں۔ حضور نے یہ ارشاد بڑی تاکید سے فرمایا۔.....

محترمہ والدہ صاحبہ کو ہم نے پابند صوم وصلوٰۃ اور باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھنے والی پایا۔ آپ اخلاق فاضلہ سے متصف تھیں۔ آپکی نیکی اور تقویٰ وطہارت کی وجہ سے بہت سی مستورات آپ سے دعا کراتی تھیں۔''

(ماہنامہ مصباح ربوہ ۔سالنامہ 1969ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر

حضور علیہ السلام نے مختلف شہروں کا جو سفر فرمایا نیز آپکو مختلف مقدمات کی پیروی کے سلسلہ میں جو سفر کرنے پڑے ان میں سے متعدد سفروں میں تینوں سیکھوانی بھائیوں نے بڑے ذوق وشوق اور عقیدت کے ساتھ اپنے آقا کا قرب حاصل کرنے کوشش کی۔ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 44 پر سفر دھاریوال کے بارہ میں لکھا ہے کہ چونکہ دھاریوال میں حضور کی جائے قیام کیلئے کوئی انتظام مشکل تھا اس لئے میاں نبی بخش صاحب نمبردار بٹالہ، میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری، میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی اور میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی وغیرہ نے دھاریوال سے ایک میل کے فاصلہ پر موضع لیل میں حضرت اقدس اور دیگر احباب جماعت کے قیام وطعام کا ایک وسیع مکان میں انتظام کرلیا تھا۔''

(روزنامہ الفضل ۔3/جولائی 2006ء صفحہ 3)

ایک عظیم سعادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالعموم نماز باجماعت کی امامت خود نہیں فرمایا کرتے تھے اور بہت کم نمازوں کی امامت آپ نے فرمائی ہے۔21/جولائی 1904ء کو جب حضور گورداسپور تشریف لے گئے ہوئے تھے تو چند احباب کو حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ظہر وعصر باجماعت پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی بھی تھے۔

(''البدر'' قادیان 24/جولائی 1904ء)

جسے اللہ رکھے

محترمہ آپا صفیہ بیگم اہلیہ بشیر احمد حیات صاحب مرحوم (بنت مولانا قمر الدین صاحب) نے مجھے بتایا کہ ہندوستان کی تقسیم کے دنوں میں جس روز قادیان پر حملہ ہوا، انکے دادا میاں خیر الدین صاحب گھر سے باہر چہل قدمی کیلئے گئے ہوئے تھے۔ راستہ میں انہوں نے قرآن کریم کے چند اوراق بکھرے پڑے پائے جنہیں انہوں نے اٹھا لیا۔ اسی اثناء میں چند سکھوں کا ادھر سے گزر ہوا اور انہوں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا کاغذ ہیں؟ میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ ہماری مذہبی کتاب قرآن کریم کے اوراق ہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ تصرف ہوا کہ وہ سکھ حضرات یہ سن کر بغیر کچھ کہے وہاں سے آگے نکل گئے اور حضرت میاں صاحب کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچایا حالانکہ بالخصوص اس روز جس دن قادیان پر حملہ ہوا تھا، جو بھی قابو میں آجاتا تھا، اُسے زندہ نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ آپ کسی نقصان سے محفوظ رہے۔

بابرکت وجود

قادیان میں جب سکونت اختیار کی تو ابتداء میں گھر اتنا بڑا نہ تھا اگرچہ ساتھ خالی جگہ کافی تھی۔ آپا صفیہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''میرے ابا جان مولانا قمرالدین صاحب سے تو کافی احباب ملنے آتے تھے اور مجلس لگا کرتی تھی لیکن میرے دادا میاں خیرالدین صاحب ان مجلسوں سے ذرا دور ہی رہتے تھے اور سونے کیلئے ساتھ والے کھلے میدان میں چار پائی لے جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ میں اتنی برکت ڈالدی کہ ہمیں یہ ساری جگہ مل گئی اور اس جگہ بڑا گھر بھی بنانے کی توفیق ملی۔

اسی طرح میرے دادا مجھے حساب پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حساب کا جواب لکھا تو انہوں نے فرمایا کہ جواب غلط ہے۔ دو تین مرتبہ میں نے چیک کیا تو جواب وہی صحیح تھا جو میں نے لکھا تھا لیکن ہر مرتبہ دادا جان نے یہی فرمایا کہ غلط ہے۔ چنانچہ میں رو پڑی۔ اس پر میرے ابّا جان نے دیکھا تو بتایا کہ جواب تو صحیح ہے۔ تب دادا جان نے کہا کہ دراصل میں نے کتاب میں ہی دیکھا تھا، اس میں غلط جواب چھپا ہوا ہے۔ چونکہ میری دلآزاری ہوئی تھی اسلئے فوراً دادا جان نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مجھے نقدی انعام میں دی تاکہ جو تکلیف ان کی وجہ سے مجھے ہوئی ہے اسکا ازالہ ہو جائے۔''

حضرت امّاں جان کی شفقت

آپا صفیہ صاحبہ کی دادی جان بتایا کرتی تھیں کہ ایک مرتبہ حضرت اماں جان (اہلیہ محترمہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام) ہمارے گھر سیکھواں تشریف لائیں۔ آپکے ہمراہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب جو اس وقت چھوٹی عمر کے تھے، بھی تھے۔ (اُس وقت تینوں سیکھوانی برادران ایک ہی بڑے گھر میں رہا کرتے

تھے) ہمارے گھر کو دیکھ کر حضرت امّاں جان نے فرمایا کہ آپکا گھر تو ماشاءاللہ بہت صاف ستھرا ہے بعض گھروں میں تو میں بہت گند دیکھتی ہوں اور بعض نے تو گھر ہی میں بھینسیں وغیرہ بھی باندھی ہوتی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ آج تو میں ثابت موٹھ (ایک قسم کا غلہ جس کے دانے کا رنگ سرخ اور جسامت دال مونگ جتنی ہوتی ہے) کی کھچڑی بنا رہی تھی لیکن آپ کیا کھانا پسند فرمائیں گی؟ تو حضرت امّاں جان نے فرمایا کہ ہم بھی یہی کھائیں گے۔ چنانچہ آپ نے بڑے شوق سے کھچڑی کھائی بلکہ بعد میں کبھی کبھار محبت اور بے تکلفی سے مطالبہ کر کے پکوا کر منگوایا بھی کرتی تھیں۔

جب حضرت امّاں جان بیاہ کر آئی تھیں تو ہم آپکو دیکھنے گئی تھیں آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم میری بہن بن جاؤ۔ چنانچہ اِسی محبت اور پیار کی وجہ سے آپ ہمیشہ شفقت فرمایا کرتی تھیں۔''

وفات

حضرت میاں خیرالدین صاحب بعد میں جہلم میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کی وفات یہیں ریل کے ڈبّہ کے ٹکرانے کی وجہ سے ہوئی۔ آپ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کے پوتے خواجہ رشید الدین قمر صاحب (ابن مولانا قمرالدین صاحب) فرماتے ہیں کہ ہماری دادی اور دیگر عزیز رو رہے تھے لیکن آپ ان سب کو صبر کرنے کی تلقین فرماتے رہے کہ اللہ کی رضا پر ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔

آخر آپ 17/مارچ 1949ء کو 80 سال کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ بھی موصی تھے اور آپکی وصیت کا نمبر 96 تھا۔ آپ کو جہلم میں امانتاً دفن کیا گیا اور پھر جون 1960ء میں آپ کا جسد خاکی ربوہ لا کر بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پڑھائی جس میں اہل ربوہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

آپ مولانا قمرالدین صاحب کے والد اور مولانا جلال الدین شمس صاحب کے چچا تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین اور مخلصین رفقاء میں سے تھے۔

حلیہ مبارک

آپ مضبوط جسم والے تھے۔ داڑھی درمیانی تھی۔ رنگ گندمی لیکن سفیدی غالب تھی۔ پگڑی کلّے کے بغیر باندھتے تھے۔سادہ دیسی جوتے پہنتے تھے۔ نیز کھُلا کوٹ بھی پہنا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے کہ انہوں نے ابتداء میں باوجود مخالفتوں اور مشکلات کے مسیح الزمان کو پہچانا اور اس کے در پر دھونی جمائے رکھی اور برکات کو سمیٹتے رہے۔اے خدا! تو ان سب برکات کا ہمیں بھی حقیقی وارث بننے کی توفیق عطا فرما اور مسیح پاک علیہ السلام کے بعد ہمیں ہمیشہ خلیفۂ وقت کا سچّا اور حقیقی جان نثار بنے رہنے اور مقبول خدمات بجالاتے رہنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جاتا ہم بھی تیری رضا حاصل کرنے والے بن جائیں۔آمین یا ربّ العالمین

نام کتاب .... سیکھوانی برادران

طبع .... اول